کے حوالے سے آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ﴿اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ کی عملی تفسیر ومصداق تھے۔ منت واحسان جتلانے سے کوسوں دور۔ حیدری مرحوم اپنے دور میں غواڑی کی سب سے زیادہ حکمتِ عملی سے مالا مال اور کامیاب ہستی تھے۔ جس کی آج بھی لوگ مثال دیتے ہیں۔

مولانا مرحوم، علامہ اقبال کا آئیڈیل ''مردِ خودی'' ہوگا:

شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا ... مصافِ زندگانی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا ... گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور یہ فریضہ سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایک بار خلافِ عادت محلّہ ژھین میں ایک شادی کے موقع پر رات کو ڈھول باجہ، رقص وسرور کی شیطانی محفل جمی۔ ایک جذباتی نوجوان نے گھر کی چھت پر چڑھ کر ایک بڑا وزنی پتھر نیچے دے مارا، جہاں ڈھول بجانے والا خوب ڈھول کی تھاپ پر مار رہا تھا اور مجلس اپنے عروج پر تھی۔ ڈھول ٹوٹ گیا، محفل پر خوب خوف طاری ہوا اور گھر کو سے لائے ہوئے فنکار اور تمام تماشائی جس طرف سجھائی دیا اس طرف بھاگ گئے۔ صبح جب مولانا حیدریؒ نے یہ واقعہ سنا تو اس کی خوب حوصلہ افزائی کی اور مبلغ پانچ سو روپے بھی عطا کیے۔ بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

کافر جن

روزِ قیامت کفر وشرک کا ارتکاب کرنے والے انس وجن سے یہ سوال وجواب ہوگا: ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝﴾ [سورة الأنعام ۱۳۰] ''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تم لوگوں کے پاس تمہارے ہم جنس رسول نہیں آئے جو تم پر میری آیتیں بیان کریں اور تمہیں آج کے اس دن کی پیشی سے ڈرائیں؟ وہ جواب دیں گے: ہم نے اپنے خلاف گواہی دی، اور انہیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں مبتلا کر دیا تھا، اور وہ اپنے خلاف خود گواہی دیں گے کہ وہ یقیناً کافر تھے۔''

بحالی عظمت رفتہ قسط: 1

جهاد في سبيل الله

ڈاکٹر بسام الشطی: از مجلہ "الفرقان" کویت ترجمہ، تلخیص واضافہ: ابو محمد

"الجهاد" جهد یا جُهد سے مأخوذ ہے، جس کے معنی "کوشش کرنے اور طاقت صرف کرنے کے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں عموماً "دشمن سے جنگ کرنے" کے معنی میں آیا ہے۔ ان دشمنوں میں اسلام مخالف عناصر، مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے والے کفار، مرتدین اور سرکش و باغی شامل ہیں۔ یہ جہاد کے "خاص معنی" ہیں۔

جہاد کے عام معنی: "محبوبِ حق کے حصول کی خاطر حتی الوسع کوشش کرنا ہے۔"

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ جنس جہاد "فرض عین" ہے، جو دل، زبان، مال اور ہاتھ کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ پس ہر مسلمان پر ان میں سے کسی نہ کسی ذریعے سے جہاد کرنا فرض ہے۔

فاضل مضمون نگار نے ان ذرائع میں "قلم" کو بھی شمار کیا ہے، جو کہ امامؒ کے لفظ "ہاتھ" کے عموم میں شامل ہے۔

"جہاد" کی قسمیں:

﴿1﴾ کفار سے جہاد۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (1) پیش قدمی یعنی حملہ، (2) دفاعی جہاد

﴿2﴾ منافقوں اور مرتدوں سے جہاد ﴿3﴾ مسلمانوں کے امام برحق سے بغاوت کرنے والوں سے جہاد

"جہاد" کے مراتب: جہاد فی سبیل اللہ کے پانچ درجات ہیں:

﴿۱﴾ جہاد بالنفس (نفس امارہ کو گناہ سے بچانے کی بھرپور کوشش)، ﴿۲﴾ جہاد بالشیطان (شیطان کے شکوک اور وسوسوں سے بچنے کی کوشش)، ﴿۳﴾ کفار سے جہاد (۱) پیش قدمی، (۲) دفاعی جہاد ﴿۴﴾ منافقین سے جہاد، ﴿۵﴾ ظلم، بدعات ومنکرات والوں سے جہاد

پہلا درجہ: ﴿۱﴾ **"جانی جہاد"** اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) **علم دین حاصل کرنے کی جدوجہد**۔ علم دین کے بغیر انسان کو جان، معیشت اور انجام کار (آخرت) کی سعادت نہیں مل سکتی۔ ہر مسلمان پر روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ امور میں شرعی حکم کا جاننا لازمی ہے۔

(۲) **عملی جہاد:** یعنی نیک اعمال ادا کرنے کی محنت کرنا۔ اسی لیے شرعی احکام کو "تکالیف شرعیہ" کہا جاتا ہے۔ پس اہل علم نے کہا ہے کہ علم نبوی کے حصول میں محنت کرنا بھی "جہاد" ہے۔

(۳) **دعوتی جہاد:** یعنی اللہ پاک کی طرف لوگوں کو علم اور بصیرت کے ساتھ دعوت دینا۔ ہر انسان اپنے علم و صلاحیت اور اثر ورسوخ کے مطابق دعوت وتبلیغ کا ذمہ دار ہے۔

(۴) **جہادِ صبر:** یعنی حصول علم، دعوت دین اور عمل بالدین میں درپیش آنے والی مشکلات اور مشقتوں پر اللہ پاک سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرنا۔

دوسرا درجہ: ۲ **"شیطان سے جہاد"** اس کے دو مراتب ہیں:

(۱) وسوسوں اور شکوک واوہام کے ازالے کی کوشش:

مسلمان بندہ جب اہل علم سے رابطہ رکھتا ہو، تو توفیق الٰہی سے اس کا دل محفوظ رہتا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ خود ایسے مسائل میں الجھے، جن کی بصیرت اس کے پاس نہیں ہے۔ عام طور پر ایسے لوگ شیطانی پھندے میں پھنستے ہیں، جو بنیادی علوم شریعت حاصل کیے بغیر علم دین کے میدان میں کودتے ہیں۔

(۲) خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد:

"شہوات نفسانی" شیطان کا بہت بڑا امین گیٹ ہے۔ بلاشبہ شہوات نفسانی انسان کو مائل کرنے والے ہیں اور بے تحاشا بھی ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝﴾ [آل عمران ١٤] پس خواہشات نفسانی' خواہ کھانے پینے کی چیزوں کی ہو یا شہوانی خواہش ہو یا مال ودولت اور سواری جیسی دنیاوی سہولتوں کی۔ نفس انسانی پر ان کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

لہٰذا نفس انسانی کا **"سب سے بڑا جہاد"** شہوانی خواہشات سے مقابلہ کرنا ہے۔ جس میں انسان کو بالکل چوکس اور ہمہ وقت محتاط رہنا پڑتا ہے۔

کفار اور منافقین سے جہاد: فاضل مؤلف نے "کفار اور منافقین سے جہاد" ایک ہی درجے میں بیان کیا ہے؛ جبکہ راقم الحروف کی نظر میں یہ دونوں بالکل مختلف ہیں۔ لہٰذا "منافقین سے جہاد" کا بیان الگ کیا جا رہا ہے۔

تیسرا درجہ ﴿۳﴾ ''کافروں سے جہاد'':

''مسلح جنگ'' مجاہد فی سبیل اللہ کا ''آخری آپشن'' ہے۔ اس کی نوبت آنے کی صورت میں باقاعدہ میدانِ کارزار گرم کیا جائے گا۔ اور ''فتح'' یا ''شہادت'' کے علاوہ کوئی اور نتیجہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس وقت دشمن سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ شہادت کی بے تحاشا فضیلت ہے، اور فتح پانے کی بھی بہت فضیلت ہے۔

جنگ میں قتل کر کے کفار کی حربی قوت کا ستیاناس کر لیا جائے تو باقی ماندہ کو قید کر لینا چاہیے۔ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ [الأنفال ٦٧] ''کسی پیغمبر کے شایانِ شان نہیں کہ دشمن کی خوب خون ریزی کیے بغیر ان کو قید کر لے۔'' پھر یہ جنگی قیدی اور ان کے مفتوح اہل وعیال اور مال ومتاع سب مال غنیمت بنیں گے۔ سپہ سالار، پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرے گا اور چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرے گا۔

ان دنیاوی فوائد اور بے تحاشا اخروی فضائل کی وجہ سے ''مسلح جہاد'' دنیا وآخرت دونوں کے مفادات کا بہت بڑا مجموعہ ہے۔ ان تمام رغبتوں کے باوجود ''اسلام'' امن وآشتی کو جنگ وجدال پر اہمیت دیتا ہے۔

ایک جہادی سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو خطبہ ارشاد فرمایا: ''لا تتمنوا لقاءَ العدوّ وسَلوا اللّٰهَ العافيةَ، فإذا لقيتموهم فاصبِروا واعلموا أنّ الجنةَ تحتَ ظلالِ السيوفِ'' [صحيح البخاري ح:٢٨٠٤، ٦٨١٠، مسلم ح:٤٦٤٠] ''دشمن سے جنگ برپا ہونے کی تمنا مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ البتہ دشمن سے سامنا ہو جائے تو ڈٹ کر مقابلہ کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

اسی لیے جہاد فی سبیل اللہ میں پہلے دشمنوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ دین حق کو قبول کریں، آپ کو ہمارے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ آپ کا رتبہ سینئر مسلمانوں سے کمتر نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو غزوہ خیبر پر بھیجتے ہوئے فرمایا: ''فوالذي نفسي بيدِهِ لأن يهديَ اللهُ بكَ رجلاً واحداً خيرٌ لكَ مِن حُمرِ النَّعَمِ'' [متفق عليه] ''واللہ اگر آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت عطا فرمائے تو یہ آپ کے لیے (فتح پا کر غنیمت میں) سرخ اونٹوں کے حصول سے کہیں زیادہ افضل ہے۔''

''دوسرا آپشن'' یہ ہے کہ مجاہدین کا سپہ سالار، امیر المؤمنین کی طرف سے ان کو پیشکش کرے کہ اگر تم لوگ اپنے دین پر قائم رہنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے؛ لیکن ہم تمہاری جان ومال کی حفاظت کے عوض سالانہ جزیہ (ٹیکس) لیں گے۔ اور اس صورت میں تمہیں دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت حاصل ہوگی۔

دونوں سے انکار کی صورت میں کفار کو با قاعدہ اطلاع دے کر قتال (مسلح جہاد) کرنا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ''جہادی پیش قدمی'': یعنی کفار کے علاقوں میں جا کر حملہ کرنا۔ یہ جہاد فرض کفایہ ہے۔

اس کا مقصد بھی لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ [البقرة ٢٥٦] ''دین اسلام میں کوئی جبر نہیں۔'' بلکہ اس جہاد کا مقصد دعوتِ دین کا راستہ کھولنا اور اس کا دائرہ بڑھانا ہے۔ تاکہ لوگوں کو دین اسلام کے بارے میں جاننے کا موقع ملے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [التوبة ٥] ''پس جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کر دو، انہیں پکڑ لو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تلاش میں ہر گھات میں بیٹھے رہو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ تعالیٰ نہایت بخشش والا اور خوب رحمت والا ہے۔''

جب مسلمانوں کا خلیفہ تمام لوگوں کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیتا ہے تو فرض عین ہو جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [التوبة ٤١] ''نکل پڑو خواہ ہلکے ہوں یا بوجھل، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے جہاد کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہوں۔'' اور ایسے موقع پر سستی برتنے والوں سے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [التوبة ٣٨] ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکل پڑو تو تم زمین سے لگ جاتے ہو!؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟ پس آخرت کے مقابلے میں دنیا کا ساز و سامان نہایت کم ہے۔''

اللہ پاک نے مسلمانوں کو غیرت دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً﴾ [التوبة ٣٦] ''اور سب مل کر مشرکین سے لڑو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔'' اور بہانہ تراشنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ [التوبة ٣٩] ''اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلیں تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا بسائے گا۔''

(۲) ''دفاعی جہاد'': یہ فرض عین ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کفار مسلمانوں کے علاقے پر حملہ آور ہوں۔ یہ فرضیت ان کے قریب والوں پر عائد ہوتی ہے، پھر ان سے قریب والوں پر، پھر اسی طرح فرضیت آگے بڑھتی جاتی ہے، حتیٰ کہ ان پر فتح حاصل ہو۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ﴾ [البقرة ۱۹۰] ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔''

اسی طرح اگر کفار اپنے ملک میں ہمارے دینی بھائیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑیں، تو سفارت کاری کے ذریعے امن قائم کرانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ بصورتِ دیگر ''مذاق رات'' یعنی بے نتیجہ مذاکرات میں الجھنے کی حماقت کے بجائے ان کے تحفظ کے لیے کافر حکومت سے جہاد کرنا بھی ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝﴾ [النساء ۷۵] ''اور تمہیں کیا عذر ہے کہ راہِ الٰہی میں جہاد نہ کریں؟ جبکہ بیچارے مرد، خواتین اور بچے فریاد کناں ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے باسی ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے حامی فراہم کیجیے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے مددگار مہیا کیجیے۔''

جب مکلّف مسلمان جہاد میں جاتا ہے اور معرکہ شروع ہوتا ہے، تو اس پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دشمن کسی مسلمان ملک پر حملہ آور ہوتا ہے، تو دفاعی جہاد کر کے انہیں شکست دینا فرض عین ہو جاتا ہے۔

''کفار سے جہاد کا نصب العین'': فرمان الٰہی ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال ۲۹] ''اور ان سے جنگ لڑو یہاں تک کہ فتنہ بالکل نہ رہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے رہ جائے۔'' اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی فضیلت یوں بیان فرمائی: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ [النساء ۹۵] ''مومنوں میں سے بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ پاک نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر واضح فضیلت کے درجے عطا فرمائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے تمام سے اچھا وعدہ فرما رکھا ہے۔''

چوتھا درجہ ﴿٤﴾ ''منافقین سے جہاد'':

اللہ پاک نے مکرر ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ‌ ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ۞﴾ [التوبة ٧٣، التحريم ٩] ''اے نبی ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں، ان پر سختی کریں، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جو لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔''

منافقین سے اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی ''مسلح جنگ'' نہیں لڑی، نہ کسی سنگین جرم پر انہیں قتل کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک جہادی سفر میں ایک انصاری اور ایک مہاجر میں جھگڑا ہوا۔ انصاری نے پکارا: ''اے انصاریو!'' (میری حمایت کرنے آؤ)، تو مہاجر بھی بولا ''اے مہاجرو'' اس پر بعض انصار و مہاجر جمع ہو گئے۔ اور آپس میں لڑائی چھڑ جانے کا اندیشہ ظاہر ہوا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ شور سنا تو ''دَعُوهَا فإنَّها مُنتِنَةٌ'' اور ''مَا بالُ دَعوى الجاهليَّةِ؟!'' فرما کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ اب رئیس المنافقین کو پتہ چلا تو مسلمانوں کے آپس میں لڑائی کے اس ''روح پرور'' موقع کے ضائع ہونے پر بہت سٹپٹایا اور کہا: ﴿لَـئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ﴾ [المنافقين ٨] اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان جوش میں آیا اور عرض کیا: يا رسولَ اللّٰهِ ﷺ! دَعْنِي أضرِبْ عنقَ هذا المنافقِ ''مجھے اس کا سر قلم کرنے کی اجازت دیجیے!'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دَعْهُ لا يتحدَّثُ الناسُ: إنَّ محمدًا يقتُلُ أصحابَهُ.'' ''اسے چھوڑو، ورنہ لوگ پروپیگنڈا کریں گے کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرتا ہے۔''

[صحيح البخاري ح:٤٦٢٢، ٤٦٢٤، صحيح مسلم ح:٦٨٤٨]

بنی ھوازن کی غنیمت تقسیم ہو رہی تھی، ایک تمیمی شخص اٹھا اور اعتراض کیا: ''اے محمد! انصاف سے کام لو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے افسوس ہو! اگر میں انصاف نہیں کرتا تو کون انصاف کر سکتا ہے! (اگر تمہارا خیال ہو کہ میں انصاف نہیں کرتا) تو پھر تم ذلیل و خوار ہو گے۔'' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اٹھ کر اس کا سر قلم کر دوں؟! آپ ﷺ نے فرمایا: ''معاذَ اللّٰهِ أن تتسامعَ الناسُ أنَّ محمدًا يقتلُ أصحابَهُ.'' اللہ کی پناہ! لوگ ایک دوسرے سے سنیں کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرتا ہے۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''إن هذا وأصحابًا له يقرؤونَ القرآنَ لا يجاوزُونَ تراقيَهم، يمرُقونَ من الدينِ كما يمرقُ المِرماةُ منِ الرَّميَّةِ.'' [مسند أحمد ح:١٤٨٦٢ وصححه الأرنؤط] ''یقیناً یہ شخص اور اس کے ہمنوا ایسے ہوں گے جو قرآن پاک کی تلاوت

کریں گے، لیکن اسے اپنی ہنسلی سے گزرنے نہیں دیں گے، (فہم قرآن سے عاری ہوں گے) یہ لوگ دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے جسم سے پار ہو کر نکل جاتا ہے۔''

ان احادیث شریفہ میں ارتداد کی حد تک سنگین گناہ کرنے والے کو بھی قتل نہ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اصل واقعے سے لاعلم لوگوں میں یہ بات پھیل جائے گی کہ (حضرت) محمد (ﷺ) تو غصہ آنے پر اپنے ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ یہ پروپیگنڈا لوگوں کو عقیدہ توحید و رسالت کی قبولیت سے روکنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ لہٰذا ''سدِّ ذریعہ'' کے طور پر انہیں اتنے سنگین جرائم کے باوجود قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ منافقوں سے ''جہاد'' کریں، ان پر سختی کریں۔ جبکہ آپ ﷺ نے کسی بھی سنگین گناہ، غداری، نبی معصوم ﷺ پر اعتراض وغیرہ پر ان کے خلاف ''مسلح کارروائی'' نہیں کی۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ یقیناً آپ ﷺ نے اپنے رب کی منشا کے عین مطابق منافقوں کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ قرآن مجید اور سیرت نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں سے ''جہاد'' عقیدہ توحید و رسالت کی تعلیم و تبلیغ، اہل ایمان کی تربیت، وعظ و ارشاد اور منافقت کی نشانیوں کا بیان، اعلانیہ نام لیے بغیر ان کے کرتوت کی مذمت، ان کا انجام کافروں سے بھی بدتر اور ان کو کفار و مشرکین سے بڑھ کر عذاب ہونے کی ''بشارتیں'' ہیں۔ مثلاً ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝﴾ [النساء ١٤٥] سورۃ التوبۃ وغیرہ کا مطالعہ کریں تو چشم بصیرت سے صاف نظر آئے گا کہ ہر شرارت پر ایک ایک منافق کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اکثر صحابہ ؓ کو ہر منافق کا پورا پورا پتہ ہے۔

ان کی یہی رسوائی آپ ﷺ کے ''**جہاد بالمنافقین**'' کی ''**فتح مبین**'' ہے۔ جس سے ''**شکست فاش**'' کھا کر ان میں سے کسی کو بھی زندگی کے کسی بھی موڑ پر کوئی جھوٹی روایت گھڑنا تو درکنار، ایک حدیث نبوی روایت کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ اس طرح اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت و سیرت کو ان کی مداخلت سے محفوظ رکھا۔

نیز انہیں جلدی ہلاکت کی خبر بھی دی گئی: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝﴾ [التوبة ٦٠-٦٢] ''یقیناً اگر منافقین اور جن کے دلوں میں (بے یقینی کا) مرض ہے اور مدینہ طیبہ میں پروپیگنڈا کرنے والے لوگ